پروفیسر ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری
ترجمہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی

اقبال اور تہذیبوں کی بحث

مختلف انسانی تہذیبوں سے مستفید ہونا دنیا کے مفکرین کے لیے ہمیشہ قابل توجہ رہا ہے تاکہ زندگی کے بہتر پہلوؤں سے استفادہ کیا جاسکے۔ بے شک انسانی تعلقات کے رابطوں کو بگاڑنے اور سنوارنے کے لیے اس عمل نے خاص کردار ادا کیا اور کرتا رہے گا۔ اگر ان تمام کوششوں کا نصب العین انسانوں میں امن و آشتی کی فضا قائم کرنا قرار پائے تو کم از کم حقوق انسانی کی پامالی کا سدباب ضرور کیا جاسکے گا۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ موجودہ دور کی یورپی تہذیب مختلف تہذیبوں پر بحث و مباحثہ کی پیداوار ہے اس لیے کہ اگر قدیم یونانی تہذیب محض یونان تک محدود رہتی تو آج تک اس کا وجود باقی نہ رہتا۔ لیکن یہی قدیم تہذیب جب ہندوستان، مصر اور ایران کی تہذیبوں کے حوالے سے زیر بحث آئی تو ان تمام تہذیبوں کو روم کی قدیم تہذیب میں ملا جلا پایا۔ اس طرح یورپ کے عظیم تمدن کی بنیاد رکھی گئی۔ یوں ایران کی قدیم تہذیب دیگر تمام ممالک کی تہذیبوں کی بحث میں جو کردار ادا کرتی ہے اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ فارسی ادب کے متعدد پرانے متون جو سرزمین ایران کے دور و نزدیک ادوار سے تعلق رکھتے ہیں جیسے رباعیات عمر خیام، حافظ کی غزلیات، سعدی کی بوستان یا ایرانی فضلاء کے دیگر آثار و نظریات مثلاً نجوم میں البیرونی، فلسفے میں رازی اور بوعلی سینا، آج کل کی اصطلاح میں تجرباتی علوم پر الجبرا میں خیام اور اسی طرح اسلامی ثقافت کے فروغ میں اہل ایران کی مساعی سے اہل دنیا کے فیض یاب ہونے نے تمام دنیا کے تہذیبی عمل میں نئی روح پھونک دی۔ تعجب انگیز ہے کہ ابوریحان البیرونی نے زمین کی گردش کا جو حساب اپنے عہد میں لگایا

Scanned by CamScanner

تھا آج کے حساب سے جس میں جدید سائنسی وسائل کمپیوٹر تک موجود ہیں، بہت نزدیک ہے۔ بے شک ان تمام کوششوں نے حیات انسانی کی فلاح میں شایان شان معاونت کی ہے اور آج یہ بحث اس حد تک آگے بڑھ چکی ہے کہ انسانیت کو ہتھیاروں سے پاک کرنے،حقوق انسانی اور ماحولیات جیسے موضوع بھی اس کے دائرہ کار میں آگئے ہیں۔البتہ روایات کی پاسداری، تمام انسانوں کا مساوی ہونا اور ان مطالب کا تمام انسانوں کے درمیان رواج پانا ایسے مسائل ہیں جن پر پوری انسانیت کو توجہ کرنی چاہیے۔ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف تہذیبوں پر نظر رکھنے والے اہل علم و دانش اور ثقافت شناسوں کے درمیان افہام وتفہیم،نظریات کے تبادلوں اور تجربہ کار اداروں سے معاونت حاصل کی جائے ۔ اس میں شک نہیں کہ تمدنی سطح پر اس بقائے باہمی کے تدارک اور تہذیبی عمل پر اظہار خیال کے لیے ہر قسم کے اختلافی ،نفرت انگیز اور نزاعی پہلوؤں سے دوری اختیار کی جائے اور ساتھ ہی ساتھ باہمی سیاسی تعلقات کو فروغ دینے کی بھی کوشش کی جارہی ہے اور اس وسیلے سے تجارتی، معاشی اور ثقافتی ہم آہنگی کو بھی تقویت دی جائے۔

تہذیبوں پر بات چیت ثقافتوں پر بحث مباحثے کا دوسرا نام ہے ۔البتہ تہذیبوں پر گفتگو کے معنی یہ ہیں کہ ایک تہذیب دوسری تہذیب کی خوبیوں سے استفادہ کرے۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ ایک تہذیب کو دوسری تہذیب پر مسلط کیا جائے، اسی طرح اس کے معنی یہ بھی نہیں کہ ایک تہذیب دوسری تہذیب کے سامنے ہتھیار ڈال دے بلکہ یہ عمل افہام وتفہیم اور تبادلہ افکار و خیالات کے ذریعے دو طرفہ ہونا چاہیے ۔یہ صورت حال اگر ایک طرف عالمانہ فکر و دانش اور تہذیبی و ثقافتی سطح پر اہمیت کی حامل ہے تو دوسری طرف تہذیبوں کے ایک دوسرے پر تسلط اور حملہ آور ہونے کی مخالفت بھی کرتی ہے اور یہ موضوع پورے طور پر انقلاب اسلامی کے تقاضوں اور بانی انقلاب کے مبارک احکام سے ہم آہنگ ہے نیز اسلام کے ارفع نظریات سے بھی مطابقت رکھتا ہے ۔ اسلام میں علم

Scanned by CamScanner

حاصل کرنے اور علمی تحقیق کی نصیحت اس امر کا باعث ہوئی کہ مسلمان دور و نزدیک اقوام کے علوم کی طرف راغب ہوں۔ مشہور و معروف فلسفی یعقوب بن اسحاق کندی (م۲٦۰ھ ق) کا قول ہے:

''درست آن است کہ ماحقیقت را از ہر منبعی کہ بہ دست مابرسد بدون احساس شرمندگی بپذیریم زیرا برای کسی کی بہ دنبال حقیقت است چیزی با ارزشتر از حقیقت نیست و کسی کہ در جستجوی حقیقت است تحقیر و کم ارزش نمی گردد'' (۱)

مذکورہ بالا تعریف کے مدنظر مختلف نظریات اور ثقافتوں کے بارے میں معروف پاکستانی دانشور علامہ محمد اقبالؒ اپنے افکار و نظریات کو پیش کرتے ہیں اور تہذیب و ثقافت کے اسلامی تصور کو ان نظریات کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید اور احکام الٰہی سے وابستگی ان کے نظریہ تہذیب کی اساس ہے اور وہ ایک ماہر ثقافت شناس کی حیثیت سے ان نظریات کو پوری دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں جن کی بنیاد پر اسلامی تہذیب وثقافت ان کے اشعار میں درخشاں نظر آتی ہے۔ اقبال ہر موقع اور مناسبت پر جو انہیں میسر آئے اسلامی تہذیب وثقافت کی وضاحت کرتے ہیں، اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے نظر آتے ہیں اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلامی ثقافت اور تعلیمات سے ہی افراد کے جسم میں نئی زندگی پیدا کی جاسکتی ہے۔

خیز و جان نو بدہ ہر زندہ را　　　ازقم خود زندہ تر کن زندہ را

جو آیہ شریفہ: یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر (۲) (مدثر۳/۱) کے مدنظر ہے۔

اقبال خدا شناسی کی ثقافت کو اعلیٰ ترین ثقافت سمجھتے ہیں اور اسلامی فرائض کو رواج دینے کی نصیحت کرتے ہیں:

تو ہم از بار فرائض سرمتاب　　　بر خوری از عندہٗ حسن المآب

جس کی بنیاد آیہ مبارکہ واللہ عندہ حسن المآب (۳) (آل عمران/۳) پر ہے۔

اقبال کا خیال ہے کہ فرائض اسلام پر عمل کرنا ایک تیز دھار خنجر کی طرح ہے جو

Scanned by CamScanner

انسانیت سے فسق و فجور، سرکشی اور قابل نفرت اعمال کا قلع قمع کر دیتا ہے۔

لا الہ باشد صدف گوہر نماز قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است قاتل فحشا، و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخون زند خیبر تن پروری را بشکند

(ص ۳۱ کلیات چاپ سروش)

یہ نظریہ آیہ شریف: ان الصلوۃ! تنھی عن الفحشاء و المنکر (۴) عنکبوت/۴۵) کی یاد تازہ کرتا ہے۔

اقبال اسلامی تہذیب و ثقافت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

جو کہ آیہ مبارکہ: صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (۵) (بقرہ/۱۳۸) سے اخذ کیا گیا ہے۔

اقبال اسلامی تہذیب اور تعلیمات الٰہیہ کو پیش کرتے ہیں ۔قرآن میں پہلی نازل ہونے والی سورت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں تعلیم و تحصیل کو بلند مرتبہ قرار دیتے ہوئے زیور علم کو تمام انسانوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے:

حرف اقراء حق بہ ما تعلیم کرد رزق خویش از دست ما تقسیم کرد

یہ دراصل آیات کریمہ: اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم (۶) (علق/۱-۴) کی طرف اشارہ ہے۔

اقبالؒ کی نظر میں دین اسلام اور قوانین اسلامی کی پیروی جو اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کی طرح ہے اسلامی ثقافت کی اہم خصوصیت میں سے ہے۔

ما ہمہ خاکیم و دل آگاہ اوست اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

اس شعر میں قرآن مجید کی آیت: واعتصمو بہ حبل اللہ جمعیاً و لاتفرقوا (آل عمران/۱۰۳) کی طرف اشارہ ہے۔

اسلامی ثقافت کے بیان میں اقبال، اللہ تعالیٰ کے کلام کی اس آیت کی

Scanned by CamScanner

وضاحت کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ حکمت یا خرد مندی کائنات کا بہترین حاصل ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ ہر ممکن ذریعے سے اسے حاصل کرے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا این خیر را بینی بگیر

''یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا و مایذکر الا اولوا الالباب'' (۷) (بقرہ/۲۶۹)

علم و دانش پر توجہ اور قرآن مجید کی اس طرف رغبت کے پیش نظر اسلامی ثقافت میں یہ بات سب سے بڑا امتیاز سمجھی جائے گی کہ اقبال نے اس سے پوری طرح متاثر ہو کر اس پر برکت ثقافت پر توجہ دی ہے:

سید کل صاحب ام الکتاب
پردگیہا بر ضمیرش بی حجاب

علم اشیا علم الاسماستی
ہم عصا و ہم ید بیضاستی

علم اشیا داد مغرب را فروغ
حکمت او ماست می بندد ز دوغ

علم و دولت نظم کار ملت است
علم و دولت اعتبار ملت است

گرچہ عین ذات را بی پردہ دید
رب زدنی از زبان او چکید

یہ اشعار آیہ مبارکہ: وقل رب زدنی علما (۸) کو ذہن میں منعکس کرتے ہیں۔

اقبال اسلامی ثقافت کا تعارف کراتے ہوئے سائنس اور سائنسی مفروضوں کا دفاع کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ روح القدس کے فیضان کے بغیر حاصل کیے گئے علم کو رد کر دیتے ہیں اور اسے محض جادوگری سمجھتے ہیں کہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ قرآن پاک میں ہے:

لا یفلح الساحر حیث اُتی (۹) (طہ/۶۹)

این تماشا خانہ سحر و ساحری ست
علم بی روح القدس افسونگری ست

(ص ۲۷۵)

اسلامی ثقافت کی ایک اور اہم خصوصیت جسے تمام دنیا کے انسان دوست داناؤں

Scanned by CamScanner

نے قبول کیا ہے ۔ زبردست اور ایسے افراد کی امداد ہے جو اپنی مختلف مجبوریوں کے سبب معاشی وسائل سے محروم ہیں۔ سخاوت اور فراخدلی کی یہ ثقافت کلام اقبال کی اہم خصوصیت میں سے ایک ہے:

ہیچ خیر از مردک زرکش مجو — لن تنالو البر حتی تنفقوا

اس کا کچھ حصہ کلام مجید کی درج ذیل آیہ مبارکہ سے تعلق رکھتا ہے ۔

لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون (۱۰) (آل عمران ۹۲)

اقبال کے نزدیک سود یا منافع سے صحیح کام نہ لینا معاشرہ کے لیے فتنہ انگیز اور ناپسندیدہ ہے اور ایسے مواقع میں سے ہے جسے اسلامی ثقافت نے قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں قرض حسنہ کی ترغیب دی گئی ہے جیسے: یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات (۱۱) (بقرہ/۲۷۶)

از ربا آخرچہ می زاید فتن — کس نداند لذت قرض حسن (۱۲)

امانت داری اور امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کرنا اسلامی ثقافت کا ایک اور اخلاقی پہلو ہے جسے اقبال نے قرآن پاک کی ایک آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح قابل توجہ قرار دیا ہے:

کس امانت را بہ کار خود نبرد — ای خوش آن کو ملک حق با حق سپرد
بردہ ای چیزی کہ از آن تو نیست — داغم از کاری کہ شایان تو نیست
گر تو باشی صاحب شی می سزد — ور نباشی خود بگوکی می سزد
ملک یزدان را بہ یزدان بازدہ — تا ز کار خویش بکشایی گرہ

اس کا منبع آیت کریمہ: ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا (۱۳) (نساء/۵۸)

اہل عالم کے سامنے اسلامی ثقافت کو پیش کرتے ہوئے اقبالؒ ہمیشہ اس کے اصولوں کو زندگی کا ایک درخشندہ دستور سمجھتے ہیں اور ہر موقع پر اس کا کوئی گوشہ بے نقاب کر دیتے ہیں:

Scanned by CamScanner

ہست دین مصطفیٰ دین حیات　　شرع او تفسیر آئین حیات
گر زمینی آسمان سازد ترا　　آنچہ حق می خواند آن سازد ترا
صیقلش آیینہ سازد سنگ را　　از دل آہن رباید زنگ را

اقبالؒ کا عقیدہ ہے کہ اسلامی ثقافت اپنی پائیداری کے سبب آئندہ نسلوں کے درمیان ہمیشہ زندہ رہے گی ۔ دنیا کی کئی قومیں اور ان کے آئین مٹ گئے لیکن اذان کی آواز مسلمانوں کے درمیان اسی طرح زندہ اور پائیدار ہے۔

امت مسلم ز آیات خداست　　اصلش از ہنگامہ قالوا بلی است
از اجل این قوم بی پرواستی　　استوار از نحن نزلنا ستی
تا خدا ان یطفئو فرمودہ است　　از فسردن این چراغ آسودہ است
رومیان را گرم بازاری نماند　　آن جہانگیری جہانداری نماند
شیشۂ ساسانیان درخون نشست　　رونق خمخانہ یونان شکست
مصر ہم در امتحان ناکام ماند　　استخوان او تہ اہرام ماند
در جہان بانگ اذان بودست و ہست　　ملت اسلامیان بودست و ہست (ص۸۰)

اقبالؒ اسلامی ثقافت کے بارے میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ وہ حکمت نبوی کو عقل ذوفنون سے بالاتر سمجھتے ہیں اور رسول اکرمؐ کو بے مثال حکمران تصور کرتے ہیں جو تخت و تاج اور سپاہ و حشم کے محتاج نہیں ۔ انسانی معاشروں کو نشو ونما اور سر بلندی ان کے صدقے میں میسر آتی ہے اور ان کی چشم فیض سے پیام انقلاب موجزن ہوتا ہے۔ زندگی ان کی عطا ہے اور وہ اپنے غلاموں کو تسلیم و رضا اور بے باکی کا درس دیتے ہیں کہ لاخوف علیھم:

حکمتش برتر ز عقل ذو فنون　　از ضمیرش امتی آید برون
حکمرانی بی نیاز از تخت و تاج　　بی کلاہ و بی سپاہ بی خراج
بحر و بر از زور طوفانش خراب　　در نگاہ او پیام انقلاب

Scanned by CamScanner

دز لا خوف علیہم می دھد   تا دلی در سینۂ آدم نہد

عزم و تسلیم و رضا آموزدش   در جہان مثل چراغ افروزدش

من نمی دانم چہ افسون می کند   روح را در تن دگرگون می کند

صحبت او ہر خزف را در کند   حکمت او ہر تہی را پر کند

تو اے انسان آزاد اس تہذیب و ثقافت کی پیروی میں جو آزادی کی پاسدار ہے

بگذر از گل گلستان مقصود تست   این زیان پیرانہ بند سود تست

مہر را آزادہ رفتن آبروست   عرصۂ آفاق زیر پای اوست

ہمچو جو سرمایہ از باران مخواہ   بیکران شو در جہان پایان مخواہ (ص ۹۵)

جس طرح پہلے عرض کیا تھا تہذیبوں پر بحث و مباحثہ دراصل انسانی ثقافتوں پر گفتگو ہے۔ ان معنی میں نہیں کہ انسان سر تسلیم خم کر کے اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے اور دوسری تہذیبوں کے سامنے اپنا آپ ہار دے۔ نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر سوار کر دے۔ اقبال کہتے ہیں:

قیمت شمشاد خود نشناختی   سرو دیگر را بلند انداختی

مثل نی خود را ز خود کردی تہی   بر نوای دیگران دل می نہی

ای گدای ریزہ نی از خوان غیر   جنس خود می جوئی از دکان غیر

بزم مسلم از چراغ غیر سوخت   مسجد او از شرار دیر سوخت

از سواد کعبہ چون آہو رمید   ناوک صیاد پہلویش درید

شد پریشان برگ گل چون بوی خویش   ای ز خود رم کردہ باز آ سوی خویش

ای امین حکمت ام الکتاب   وحدت گم گشتہ ی خود باز یاب

اقبال اپنی تہذیب سے قطع تعلق کرنے اور دوسری تہذیب سے ربط پیدا کرنے کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اگر کوئی قوم دوسری قوم کی تہذیب سے مغلوب ہو جاتی ہے تو اگر وہ دوسری قوم کو آباد کرتی ہے خود کو ضرور برباد کر دیتی ہے

Scanned by CamScanner

ہے۔ ممکن ہے ایسی قوم علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لے لیکن اس کے پاس اپنی تہذیب و ثقافت میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اپنی تہذیب کو وہ دوسروں کی تہذیب میں گم کر دیتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی حرم کی اینٹوں سے بت خانہ تعمیر کرے:

وای قومی کشتہ ی تدبیر غیر کار او تخریب خود تعمیر غیر
می شود در علم و فن صاحب نظر از وجود خود نگردد باخبر
از نیاکان دفتری اندر بغل الامان از گفتہ ھای بی عمل
دین او عہد وفا بستن بہ غیر یعنی از خشت حرم تعمیر دیر (۴-۳۹۳)

اقبال اس بات کے مخالف ہیں کہ کوئی شخص اپنی قومیت اور تہذیب کو فراموش کر کے اور دوسروں کے آگے ہار کر تنہا دوسری تہذیبوں کی عطا پر زندہ رہے۔ اقبال کہتے ہیں: دوسری ثقافتوں پر گفتگو اپنی ثقافت کو فراموش کرنے کا باعث نہیں ہونی چاہیے:

کشت خود از دست خود ویران مکن از سحابش گدیۂ باران مکن
عقل تو زنجیری افکار غیر در گلوی تو نفس از تار غیر
برزبانت گفتگو ھا مستعار در دل تو آرزوھا مستعار
بادہ می گیری بہ جام از دیگران جام ہم گیری بہ وام از دیگران
چون نظر در پردہ ھای خویش باش می پرواما بہ خویش باش
از پیام مصطفیٰ آگاہ شو فارغ از ارباب دون اللہ شو (ص۹-۱۰۸)

علامہ اقبال مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کی بحث کے دوران ان بلند مقام شخصیتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا وجود مشرقی ثقافت کا تشکیل دہندہ اور نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔ اقبال، سنائی کو امام عارفاں اور حضرت علی ہجویری کو سید امم کے ناموں سے یاد کرتے ہیں:

می روشن ز تاک من فروریخت خوشامردی کہ در دامانم آویخت
نصیب از آتشی دارم کہ اول سنایی (۱۴) از دل رومی (۱۵) برانگیخت
خفتہ در خاکش حکیم غزنوی از نوای او دل مردان قوی

Scanned by CamScanner

در فضای مرقد او سوختم
تا متاع ناله ای اندوختم

گفت حکیم غیب امام عارفان
پختہ از فیض تو خام عارفان

آنچه اندر پرده غیب است گوی
بو کہ آب رفتہ باز آید بہ جوی

سید ہجویر(۱۶) مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

خاکِ پنجاب از دم او زنده گشت
صبح ما از مہر او تابنده گشت

داستانی از کمالش سرکن
گلشنی در غنچہ ای مضمر کنم

دوسرے موضوعات جن کی طرف اقبال نے تہذیب و ثقافت کے ضمن میں توجہ کی ہے اور ہمیشہ ان کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، ان میں سے ایک دنیا میں مشرقی تہذیب کا کردار ہے ۔ اقبالؒ اپنے ذہن میں مدینہ فاضلہ(۱۸) کا خاکہ تیار کرتے ہیں اور سرزمین مشرق کو اس کا مرکز سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اکثر انسانی فضیلتوں کی نشو ونما سرزمین مشرق میں شروع ہوئی۔ اقبال کا خیال ہے کہ سرزمین مشرق ادیان، ہنر اور تصوف کی جلوہ گاہ رہی ہے اور اہل مشرق کی فکر ہمیشہ اسرار تخلیق کی جستجو میں ہے ۔ مشرق کی تہذیب و ثقافت کو چاہیے کہ جلوہ گر ہو کر اقوام عالم کی مشکلات کو حل کرے۔

سوز و ساز و درد و داغ از آسیاست
ہم شراب و ہم ایاغ از آسیاست

عشق را ما دلبری آموختیم
شیوه آدم گری آموختیم

ہم ہنر ہم دین ز خاک خاور است
رشک گردون خاک پای خاور راست

وانمودیم آنچہ بود اندر حجاب
آفتاب از ما و ما از آفتاب

ہر صدف را گوہر از نیسان ماست
شرکت ہر بحر از طوفان ماست

فکر ماجویای اسرار وجود
زد نخستین زخمہ برتار وجود

داشتیم اندر میان سینہ داغ
برسرراہی نهادیم این چراغ

ای امین دولت تہذیب و دین
آن ید بیضا بر آر از آستین

خیز و از کار امم بکشا گره
نشۂ ی افرنگ را از سر بنہ

Scanned by CamScanner

نفشی از جمعیت خاور فلکن داستان خود را ز دست اھرمن

(ص۹-۸۴۷ کلیات اقبال چاپ م، درویش)

شرق و اشراق کے سلسلے میں کیمبرج یونیورسٹی انگلستان کے پروفیسر اور نامور محقق پروفیسر آر بری کی ایک دلکش تحریر ملتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''اقبال یکی از عارفان نام آور روزگار ما می باشد۔ وی بہ ھمان راھی می رود کہ عارفان پیشین رفتہ اند۔ زیرادر آثار عرفانی مشرق و اشراق کنایہ از طلوع و روشنی و جلوہ گری آفتاب حقیقت و مقام قرب حقیقت است و غرب کنایہ از تاریکی و غروب آفتاب حقیقت و دور افتادن از حق و حقیقت و فرو رفتن در ظلمت است۔ بہ این اعتبار از نظر عرفا مشرق مظہر بینش عرفانی و دینی و توجہ بہ باطن و دل و صفا و روشنی و مغرب عقل و استدلال است۔''(۱۹)

اقبال کا بھی مشرق کے بارے میں یہی اعتقاد ہے کہ وہ اس کے کردار کو زندہ، اہم اور تعمیری سمجھتے ہیں اور خیال ظاہر کرتے ہیں کہ اگرچہ مغربی تہذیب تعقلات اور نئ اصطلاحات میں تجربات کے پیچھے لگی ہوئی ہے تاہم عشق و اشراق جو مشرق کی پیداوار ہیں انسانی تمدن میں ایک عظیم کردار ادا کرتے ہیں اور علم و دانش ،انسانی احساسات ،عشق اور اخلاقی تعہد کے بغیر کوئی اعتبار نہیں رکھتے:

از من ای باد صبا گوی بہ دانای فرنگ — عقل تا بال کشود است گرفتار تر است
برق را این بہ جگر می زند آن رام کند — عشق از عقل فسون پیشہ جگر دار تر است
چشم جز رنگ گل و لالہ نبیند ورنہ — آنچہ در پردہ رنگ است پدیدار تر است
عجب آن نیست کہ اعجاز مسیحا داری — عجب این است کہ بیمار تو بیمار تر است
دانش اندوختہ ای دل زکف انداختہ ای — آہ زان نقد گران مایہ کہ در باختہ ای(۲۰)

علامہ اقبال سرزمین مشرق کی تہذیب و ثقافت کو پیش کرتے ہوئے معتقد ہیں کہ

Scanned by CamScanner

مشرق، صاحب ذوق اور اہل اشتیاق ہے:

مشرق جلوہ گاہ عشق ہے۔ خاکِ پارا صفت آینہ پرداختہ ایم
ماز خلوتکدۂ عشق برون تاختہ ایم آتشی بود کہ در خشک و تر انداختہ ایم
در دل ماکہ برین دیر کہن شبخون ریخت صاحب ذوق و تمنا و نظر گردیدیم
شعلہ بودیم شکستیم و شرر گردیدیم

اقبال مشرق کو علوم اور تصوف کی جائے ولادت سمجھتے ہیں۔ وہ اس قدیم سرزمین میں در مقصود اور اس کی خاک کے ذروں میں نور خورشید دیکھتے ہیں۔ ان کے مشرقی اور صوفیانہ زاویہ نگاہ میں اس خاک میں موجود ہر دانہ سرسبز اور ہر شاخ بلند قد درخت ہے اور وزنی پہاڑ نرم و نازک سبزے کی طرح ہیں، وہ مشرق کے ایک بڑے انقلاب اور تبدیلی کی پیش بنی کرتے ہیں۔ دنیا کو دیکھنے کا یہ زاویہ اور یہ ثقافت جس کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے۔ مشرق کی اہم خصوصیات ہیں اور دوسری تہذیبوں میں ان کا سراغ بہت کم ملتا ہے:

خرم آن کس کہ درین گرد،سواری بیند جوہر نغمہ ز لرزیدن تاری بیند(۲۱)

اقوام سرحد سے خطاب کرتے ہوئے اقبال انہیں خبردار کرتے ہیں وہ اپنی تہذیب و ثقافت کا ادراک کریں کیونکہ خود شناسی کے بغیر زندگی، موت کے برابر ہے۔ اگر آپ دوسری تہذیبوں کے غلام بن گئے تو اپنی تہذیب سے محروم رہ جائیں گے:

ای ز خود پوشیدہ خود را بازیاب در مسلمانی حرام است این حجاب
رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست فاش دیدن خویش راشا ہنشھی است
چیست دین؟ دریافت اسرار خویش زندگی مرگ است بی دیدار خویش
آن مسلمانی کہ بیند خویش را از جھانی برگزیند خویش را(۲۲)

نامور محقق ویل ڈورانٹ لکھتے ہیں:

''اگر علوم وفنون جو مشرق سے مغرب کو ملے ہیں یا اس جدید فکر کو جو پہلی مرتبہ سرزمین مشرق میں پیدا ہوئی ،شمار کریں تو ہم اس نقطے پر پہنچتے ہیں کہ دنیا کی تمام ثقافتیں

Scanned by CamScanner

ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑی ہیں۔'' (۲۳)

اقبالؒ اس باریک نکتے کی تائید کرتے ہیں کہ مشرق کی تہذیب و ثقافت کی جڑیں پوری دنیا کی تہذیب و ثقافت میں پھیلی ہوئی ہیں۔حتیٰ کہ مغرب میں صنعتی انقلاب کا تصور بھی جسے اقبال نے حکمت اشیاء کہا ہے، مشرق ہی سے مغرب کی طرف گیا ہے اور اس کا تار و پود بھی مشرقی ہے۔

حکمت اشیا فرنگی زاد نیست　　اصل او جز لذت ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است　　این گہر از دست ما افتادہ است
دانہ آن صحرا نشینان کاشتند　　حاصلش افرنگیان برداشتند
این پری از شیشہ اسلاف ماست　　باز صیدش کن کہ او از قاف ماست

اقبالؒ کے کلام میں تہذیبوں کا بیان اور ان کے عروج کا تصور سرزمین مشرق کے بعض صوفیا اور چند ایک مقام پر ایرانی صوفیا کے حوالے سے ہے۔جن کے وجود پر اقبال ناز کرتے ہیں۔بعض صوفیا بالخصوص مولوی جلال الدین رومیؒ کو اپنا راہنما کہتے ہیں۔ ان کے ہمراہ انفس و آفاق کے مقامات طے کرتے ہیں، اپنی زندگی کو ان کے روحانی فیوض کا احسان مند سمجھتے ہیں اور مثنوی مولانا روم کو سرزمین عجم کا قرآن نام دیتے ہیں:

باز برخوانم ز فیض پیر روم　　دفتر سر بستہ اسرار علوم
جان او از شعلہ ھا سرمایہ دار　　من فروغ یک نفس مثل شرار
شمع سوزان تاخت بر پروانہ ام　　بادہ شبخون ریخت بر پیمانہ ام
پیر رومی خاک را اکسیر کرد　　از غبارم جلوہ ھا تعمیر کرد
موجم و در بحر او منزل کنم　　تا در تابندہ ای حاصل کنم
روی خود بنمود پیر حق سرشت　　کو بہ حرف پہلوی قرآن نوشت

اقبال تہذیب مشرق پر فخر کرتے ہیں اور اس کے کردار کو علم و عرفان کی ترقی میں بلند مقام دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سرزمین مشرق کے صوفیا نے تشکک اور اشراق کی

Scanned by CamScanner

باتیں کی ہیں اور ہزاروں نصیحت آموز نکتے بیان کیے ہیں۔ مقلدین کے نظریات کی بے شمار مشکلات کو حل کیا ہے۔ ان کے افکار کے مخفی گوشوں کو منور کیا ہے اور قدیم متون کے اسرار کی تشریح بھی ان کے گوہر فشاں ہونٹوں کی زینت بنی ہے۔

ای کہ باشی در پی کسب علوم   باتو می گویم پیام پیر روم
آگہی از قصہ آخوند روم   آنکہ داد اندر حلب درس علوم
از تشکک گفت و از اشراق گفت   و ز حکم صد گوہر تابندہ سفت
عقدہ ھای قول مشائین گشود   نور فکرش ہر خفی را وانمود
گرد و پیشش بود انبار کتب   برلب او شرح اسرار کتب

سرزمین مشرق کی تہذیب و ثقافت پر افتخار کا ذکر جاری رکھتے ہوئے اقبال تہذیب مشرق کو حضرت شمس تبریزی کے حوالے سے یاد کرتے ہیں اور ان کے فیض کو مولانا جلال الدین رومی کے درخشاں افکار کی اساس قرار دیتے ہیں:

پیر تبریزی ز ارشاد کمال   جست راہ مکتب ملا جلال
سوز شمس از گفتہ ملا فزود   آتشی از جان تبریزی گشود
برزمین، برق نگاہ اوفتاد   خاک از سوز دم او شعلہ زاد

اقبال اسرار تخلیق کے ادراک اور معنوی کردار کو انسانی تہذیب و تمدن کے فروغ اور نشوونما کے لیے افضل جانتے ہیں اور معتقد ہیں کہ: معنی اسے کہتے ہیں کہ تجھے تجھ سے چھین کر کچھ اور کر دے اور ہر رنگ و تصویر سے بے نیاز کرے۔ اس طرح اس دنیا کے نقش و نگار سے تیری وابستگی زیادہ ہو جائے گی۔(۲۴)

راز معنی مرشد رومی گشود   فکر من بر آستانش در سجود
معنی آن باشد کہ بستاند ترا   بی نیاز از نقش گرداند ترا
معنی آن نبود کہ کور و کرکند   مرد را بر نقش عاشق تر کند

•••○•○•••

Scanned by CamScanner

حواشی و منابع

ر،ک: آرمانها و واقعیتها'' عبدالسلام، ترجمہ ناصر نقوی، مرتضی اسعدی، تہران:

۱۔ انجمن فیزیک ایران سال ۱۳۶۹ھ ش ،ص ۱۶۹

۲۔ ای گلیم بہ خود پیچیدہ بر خیز و مردم را پُر حذر دار و پروردگارت را بزرگ شمار

۳۔ بہترین جابگاہ نزد خداوند است

۴۔ نماز اہلشن را از کار زشت و ناروا باز می دارد

۵۔ رنگ آمیزی خداست کہ بہ ما مسلمانان رنگ فطرت ایمان در سیرت توحید بخشیدہ و ہیچ رنگی بہتر از ایمان بہ خدای یکتا نیست۔

۶۔ بخوان قرآن را و بدانکہ پروردگارتو کریمترین کریمان عالم است، آن خدائی کہ بشر را علم نوشتن بہ قلم آموخت

۷۔ حکمت را بہ ہر کہ بخواہد می دہد و بہ ہر کسی حکمت دہد بحق خیر فراوانش دادہ است

۸۔ و بگوای خدا بر علم بیفزای

۹۔ و ساحر ہرگز بہ پیروزی نخواہد رسید

۱۰۔ شما ہرگز بہ مقام نیکو کاران و خاصان خدا نخواہید رسید مگر آنکہ از آنچہ دوست می دارید و بسیار محبوب است در راہ خدا اتفاق کنید

۱۱۔ خدا سود ربا را نابود سازد و صدقات را فزونی بخشد

۱۲۔ قرض حسن تعبیر قرآنی است و مکررا در قرآن مجید استعمال دارد ر،ک آیہ ھای شریفہ: (تغامن ر۱۷) (بقرہ ر۲۴۵)، (حدید ۱۸ و ۱۱) (مزمل ر۲۰)) مائدہ ر۱۲)

۱۳۔ خدا بہ شما امر می کند کہ البتہ امانت را بہ صاحبان آن باز دہید

۱۴۔ منظور ابوالمجد مجدود بن آدم شاعر و عارف معروف ایرانی قرن ششم ھ ق است

۱۵۔ مقصود مولانا جلال الدین محمد فرزند سلطان العلما محمد بن حسین نطیبی معروف بہ بہاء الدین شاعر و عارف بنام ایرانی در قرن ہفتم ہجری قمری است

Scanned by CamScanner

۱۶۔ مراد علی بن عثمان بن علی ہجویری مولف کشف المحجوب (متوفی ۱۰۷۲م) است

۱۷۔ مقصود از پیر سنجر خواجہ معین الدین چشتی (رہ) است

۱۸۔ ر،ک: مقالہ نگارندہ باعنوان: مدینۃ فاضلہ و انسان آرمانی اقبال: مجلہ ای اقبالیات، پاکستان (اکادمی اقبال) شمارہ ۴، ۱۹۸۹م، لاہور

۱۹۔ بہ نقل از شرق وغرب در کلام اقبال، دکتر شہین مقدم صفیاری، انتشارات اکادمی پاکستان لاہور چاپ اوّل ۱۹۹۹ء ص ۷

۲۰۔ اشعار فارسی اقبال لاہوری، م درویش، سازمان انتشارات جاویدان ج دوم سال ۱۳۶۱ ھ ش، ص: ۲۹۷

۲۱۔ مآخذ پیشین: ص ۲۹۹

۲۲۔ مآخذ پیشین: ص ۹۔۲۸۸

۲۳۔ تاریخ تمدن، ج اول، مشرق زمین گاہوارہ تمدن با ترجمہ احمد آرام، امیر حسین آریاپور، باشابی، انتشارات آموزش انقلاب اسلامی ج دوم ۱۳۶۸ تہران

۲۴۔ این برداشت اقبال یادآور این بیت سنایی است کہ:

علم کز تو ترا بنستاند
جہل از آن علم بہ بود صد بار

Scanned by CamScanner